رشتہ داری تعلقات کو قائم رکھنے سے لڑائی جھگڑے نہیں ہوتے

(فرمودہ ۲۳- مارچ ۱۹۳۰ء)

۲۳- مارچ ۱۹۳۰ء بعد نماز عصر ایک نکاح ؎۱ کا اعلان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطبہ مسنونہ کی تلاوت کے بعد حسب ذیل ارشاد فرمایا :-

انسان کے ساتھ بعض ایسی ذمہ داریاں لگی ہوئی ہیں کہ اگر وہ ان سے بچنا بھی چاہے تو نہیں بچ سکتا- دراصل خدا تعالیٰ نے انسان کو ایسا بنایا ہے کہ وہ مجبور ہوتا ہے دوسروں کی طرف رجوع کرنے پر- دوسرے جاندار علیحدہ زندگیاں بسر کرسکتے ہیں لیکن انسان اگر انسان بننا چاہے تو اکیلا نہیں رہ سکتا- اس میں شک نہیں کہ لوگ عبادتوں کی خاطر یا عبادتوں کے بہانہ سے اکیلے رہ کر ان فرائض سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جو خدا نے ان پر عائد کئے ہیں- لیکن ان کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی اپنے برے فعل کو اچھی شکل دینے کی کوشش کرے- یورپ کے لوگ باوجود روزانہ شراب کی خرابیوں کو دیکھنے کے اس کی تعریف کرتے ہیں- ان کے ڈاکٹر خنزیر کے گوشت کے خلاف روزانہ بیسیوں دلائل پیش کرتے ہیں لیکن پھر بھی وہ یہ کہے جاتے ہیں کہ یورپ کی آب و ہوا کے لحاظ سے ہم اس سے بچ نہیں سکتے- تو ہر شخص اپنے قبیح سے قبیح فعل کو بھی خوبصورت دکھانے کی کوشش کرتا ہے اور جو لوگ اپنی ذمہ داریوں سے بچنا چاہتے ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم عبادت الٰہی کے لئے دنیا سے علیحدہ ہوتے ہیں- اور اس رنگ میں

ذمہ داری سے اجتناب کو خوبصورت شکل دے کر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں حالانکہ ان کی مثال اس شخص کی سی ہوتی ہے جو میدان جنگ سے پیٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔

ممکن ہے کسی کو یہ خیال آئے یا خطبہ کے شائع ہونے پر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ حدیث میں یَتَحَنَّثُ......... اللَّيَالِيَ ۔ [2] آیا ہے۔ اس لئے عبادت کے لئے دنیا سے علیحدہ ہونے والوں پر بزدلی یا میدان جنگ سے پیٹھ دکھانے کا الزام عائد نہیں کیا جاسکتا ورنہ یہ اعتراض رسول کریم ﷺ پر بھی عائد ہو گا لیکن یہ کہنا محض جہالت اور نادانی ہو گی۔ کسی کا دنیا سے کلیتہ علیحدہ ہو جانا اور اپنی ذمہ داریوں کو چھوڑ چھاڑ کر گوشہ تنہائی میں جا بیٹھنا اور بات ہے اور کسی کا کچھ اوقات عبادت میں اور کچھ انسانی ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لئے صرف کرنا اور بات ہے۔ اور رسول کریم ﷺ یہ نہیں کہ بالکل ہی دنیا سے علیحدہ ہو گئے تھے بلکہ آپ کچھ راتیں غار حرا میں گزارتے تھے اور کچھ مکہ میں۔ چنانچہ جب آپ پر وحی الٰہی کا نزول ہوا اور آپ گھبرائے ہوئے گھر پہنچے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو جن الفاظ میں تسلی دی ان میں یہ نہیں کہا کہ آپ گوشہ تنہائی میں خدا تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اس لئے وہ آپ کو ضائع نہیں کرے گا بلکہ یہ کہا۔ كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا فَاِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَقْرِى الضَّيْفَ تَقْرِى ۔ [3] کہ آپ ان اخلاق کو جاری کرتے ہیں۔ جو دنیا سے معدوم ہو چکے ہیں۔ آپ غریبوں کی خبر گیری کرتے ہیں۔ آپ مہمان نواز ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ آپ کو ضائع نہیں کرے گا۔ یعنی ان دنوں کے متعلق ذکر کیا ہے جو آپ ان کے پاس گزارتے تھے۔ یہ نہیں کہا کہ آپ کسی وقت مہمان نوازی کرتے اور غریبوں کی خبر گیری کرتے تھے وغیرہ بلکہ یہ کہا کہ اب کرتے ہیں جس سے معلوم ہوا کہ آپ ایام عبادت میں بھی اپنی ذمہ داریوں کو پوری طرح ادا کرتے تھے ہاں کچھ روز کے لئے علیحدہ ہو کر چلے جاتے تھے تا خدا تعالیٰ کی عبادت کر کے معرفت حاصل کریں اور اس سے اپنے اندر نئی طاقت اور قوت پیدا کر کے پھر خدمت خلق میں مصروف ہو جائیں۔ گویا آپ کی یہ علیحدگی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لئے اپنے اندر زیادہ مستعدی پیدا کرنے کے لئے تھی نہ کہ ان سے بچنے کے لئے اور اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سپاہی فرصت کے اوقات میں کسرت اور ورزش کرے تا وہ زیادہ قوت کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکے یہ ذمہ داری سے بچنے کے لئے نہیں بلکہ ذمہ داری کو اپنے سر لینے کے لئے ہوتی ہے۔ پس رسول کریم ﷺ پر یہ اعتراض ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ نے دنیا کو

چھوڑ دیا تھا۔ تو انسان ان ذمہ داریوں سے نہیں بچ سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسا بنایا ہے کہ اس کی تکمیل ان ذمہ داریوں کے اٹھانے سے ہی ہوتی ہے۔ اگر وہ ان سے بچتا ہے تو یہ اسلام کے نزدیک ناپسندیدہ بات ہے۔ دوسرے مذاہب نے اسے جائز رکھا ہے لیکن رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے لَا رَهْبَانِيَّةَ فِى الْإِسْلَامِ۔ [4] اور قرآن میں ہے وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ۔ [5] الخ۔ کہ یہ بدعت ان لوگوں نے اپنے طور پر اختیار کرلی ہے خدا کی طرف سے نہیں تھی۔ اسلام نے اس بدعت کا ازالہ کیا اور بتایا ہے کہ انسان کے لئے مل کر رہنا ضروری ہے اور اس کے لئے پہلا قدم میاں بیوی۔ دوسرا اولاد۔ تیسرا اولاد کی اولاد ہے آگے یہ سلسلہ اور بھی وسیع ہوتا جائے گا۔

یہ آیت جو نکاح کے موقع پر پڑھی جاتی ہے اس میں کیا ہی لطیف پیرایہ میں بتایا گیا ہے کہ انسانیت کو قائم رکھنے کے لئے یہ رشتے ضروری ہیں اور اگر دنیا اس بات کا لحاظ رکھے کہ سب ایک ہی آدم کی اولاد ہیں تو سب اقوام رشتہ داروں سے کس قدر قریب ہو سکتی ہیں فرمایا۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ [6] یعنی اس خدا کا تقویٰ اختیار کرو جس کا نام لے کر تم سوال کرتے ہو اور ارحام کا بھی تقویٰ اختیار کرو۔

بعض لوگوں نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ انسان صلہ رحمی سے اتقاء حاصل کرتا ہے۔ اتقاء بھی کئی قسم کا ہوتا ہے۔ ادنیٰ درجہ کا اتقاء جو لوگوں سے تعلق رکھتا ہے اس کی ایک مثال حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ملتی ہے۔ ایک دفعہ بارش نہ ہوئی اور سخت قحط پڑا لوگوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ آپ دعا کریں۔ آپ دعا کے لئے گئے اور اس طرح کہا الٰہی! پہلے تیرا نبی ہم میں تھا وہ دعا کیا کرتا تھا اور تُو قبول کرلیتا تھا۔ اب اگرچہ وہ تو ہم میں نہیں لیکن اس کا چچا ہم میں ہے اس کے ذریعہ تُو ہم پر فضل کردے [7] تو یہ بھی اتقاء کا ایک ذریعہ ہوتا ہے کہ بندے بھی نجات کا باعث بن جاتے ہیں تو رحموں کے ذریعہ بھی انسان اتقاء حاصل کرلیتا ہے۔ یعنی رشتہ داریوں کو بجائے عذاب اور فتنہ کا موجب بنانے کے اپنی راحت و آرام کا موجب بنائے۔ اگر لوگ یہ خیال رکھتے کہ ہم سب ایک ہی انسان سے چلے ہیں اور رشتوں کو قائم رکھتے تو اس قدر لڑائی جھگڑے نہ پیدا ہوتے اور ایک دوسری سے علیحدہ قومیں نہ بنتیں۔ اگر سارے رشتہ

داروں کو یاد رکھا جاتا تو ساری دنیا ایک خاندان ہوتی۔ افغانستان سے ایک قبیلہ ہندوستان میں آکر آباد ہوا تو افغانستان والوں نے اسے بھلا دیا۔ اگر اسے یاد رکھتے تو دونوں ملکوں کی آپس میں رشتہ داری ہوتی اور وہ ایک دوسرے کا لحاظ رکھتے اور اب بھی اگر دنیا رشتوں کو بجائے تفرقہ و فتنہ و فساد کے صلح کا موجب بنائے تو ساری دنیا جلد ہی ایک سلک رشتہ داری میں پروئی جائے۔

ایک لطیفہ مشہور ہے کہتے ہیں میرٹھ کا ایک باشندہ وہاں کے ڈپٹی کمشنر کے پاس گیا اور جاکر کہا کہ میں فلاں بڑے آدمی کا قریبی رشتہ دار ہوں اس لئے میری ملازمت کا انتظام کردیں۔ اس نے کہا تمہاری اس سے کیا رشتہ داری ہے۔ اس نے کہا نہایت ہی قریبی ہے۔ اور جب اس نے پھر پوچھا تو کہا وہ میری بیوی کی پھوپی کے داماد کے بھائی کے .... اسی طرح ایک لمبی قطار رشتہ داری کی سنادی اور بعد میں کہا میں ان کا بہت ہی قریبی رشتہ دار ہوں۔ تو ضرورت اور غرض کے لئے اب بھی دور دور سے رشتہ ملایا جاتا ہے اور دنیا میں لوگ اپنے مطالب کے لئے ایسا کرتے ہیں۔

جنگ عظیم سے قبل جرمنی نے زبردست پروپیگنڈہ کیا کہ ترکی، بلغاریہ اور ہنگری کے باشندے درحقیقت ایک ہی نسل سے ہیں اور اس بات پر اتنا زور دیا کہ ترکوں نے بھی اس اثر کو قبول کرلیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ جنگ میں جرمنی کے ساتھ شامل ہوگئے۔

شریعت نے یہ گُر بتایا تھا کہ صلح کرنے کا یہ طریق ہے کہ رشتہ داری کو پھیلاؤ اور جس طرح دنیا ایک سے چلی تھی اسی طرح اسے ایک سلک میں لے آؤ مگر افسوس ہے کہ آج مسلمان دوسروں کو ساتھ ملانے کی بجائے اپنوں کو بھی علیحدہ کرتے جارہے ہیں۔ اس اصول سے انگریز اب بھی فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ چنانچہ پچھلے دنوں جب ہندوؤں کی طرف سے انگریزوں کی مخالفت کا طوفان اٹھا تو مسٹر بالڈون [8] نے پارلیمنٹ میں تقریر کی جس میں بتایا کہ ہم اور ہندو ایک نسل سے ہیں بھلا ہو سکتا ہے کہ ہم ان کے بدخواہ ہوں۔ تو جن لوگوں نے فائدہ اٹھانا ہوتا ہے وہ اب بھی اٹھا لیتے ہیں۔ لیکن جنہوں نے نہیں اٹھانا ہوتا وہ میرٹھ والے واقعہ کی طرح ان باتوں کو مذاق سمجھ لیتے ہیں۔

(الفضل یکم اپریل ۱۹۳۰ء صفحہ ۶، ۷)

[1] فریقین کا الفضل سے تعین نہیں ہو سکا۔

[2] بخاری۔ کیف کان بدء الوحی الیٰ رسول اللہ ﷺ

[3] بخاری کیف کان بدء الوحی الیٰ رسول اللہ ﷺ

۴؎ المبسوط الشمس الدین السّرخسی جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ

۵؎ الحدید : ۲۸

۶؎ النساء : ۲

۷؎ بخاری کتاب الاستسقاء باب سؤال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا۔

۸؎ **STANLEY BALDWIN (1867- 1947) 3 time Prime Minister of Conservatres between the two world wars. (Longman English Larousse)**

(ENCYCLOPEADIA)